AUSTRALIAN JOURNAL OF HUMANITIES AND ISLAMIC STUDIES RESEARCH (AJHISR)
Vol.2, Issue 1, Jan-16 to Jul-16

URDU –ROLE OF MADRISAH DAR-UR-RASHAD IN THE SPIRITUAL, EDUCATIONAL AND LITERARY HISTORY OF SINDH

سندھ کی دینی ،علمی اور ادبی تاریخ میں مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو کا کردار– URDU

Abdul Aziz Nuhrio
Government Sachal Sarmast Arts and Commerce College, Pakistan

Saifullah Bhutto
Quaid-e- Awam university of Engineering, Science and Technology, Pakistan

ABSTRACT:

People of Sindh came in contact with Quran and Hadith and the universal message of Islam through the great Muslim scholars who frequently came here to preach the holy message which later laid the foundation of Islamic state in the region. The schools built by the scholars and 'Muhadditheen' of Sindh in Debal and Mansoorah earned a worldwide fame. It was because of such great religious institutions that Mansoorah was named as "Baghdad-e-Sani" (the second Baghdad) as it re-established the scholarly glory that Baghadad was once lit with. Despite subsequent upheavals in the following times, many individuals and families stoodout as the torch-bearers of the the spiritual upbringing and Islamic learning. The services of the Rashdi family are indeed unforgetable in this regard. This family produced a number of renowned experts in the fields of learning and literature. They blessed the whole region with their invaluable services. The religious and educational services of Rashdi family in Pir Thando area are believed to be the glowing annals of history. Pir Rashid-ud-Din Shah Rashdi laid the foundations of a small madirsah in the village called Pir Jhando. He appointed Qazi Abdul Ghani Keerio of Khadher and Qazi Fateh Muhammad Nizamani from Tando Qaiser for the education and guidance of his offsprings. As a result, his son Syed Rushdullah Shah turned out as an eminent scholar. He later invited Molana Ubedullah Sindhi form Amrot Sharif in 1901 and laid the foundation of the Madirsah 'Dar-ur-Rashad' and established an Islamic library full of unique and precious books brought form all corners of the world. Molana Ubedullah Sindhi was appointed as a headmaster of this institute. Molana Najam-ud-Din from Jhellum, Molana Muhammad Ahmadani Laghari and Molana Abdullah Laghari etc started working as teachers. Because of its good governanace by these eminent scholars, this Madirsah attracted students form far and wide. Molana Mehmoodul Hassan Deobandi, Molana Ashraf Ali Thanvi and the vice chancellor of Aligarh University Dr. Ziauddin were requested to visit the institute and provide their valuable suggesztions regarding the institute and the examination processes. At the graduation of first batch, a convention was organized on September 12, 1910. Shaikh Hussain bin Mohsin Ansari Yamani was the Chief Guest on the ocassion. The Madrisah Dar-ur-Rashad kept thriving and continued adding value to the community. The scholars who graduated form this 'madrisah' opened other institutes of this kind in their native areas and prmoted the cause. One candle lit many others. The founder of madrisah Dar-ul-Huda Therhi, Habibullah Memon, son of Qazi Abdullah, was also a graduate of this

Madrisah. Madrisah Dar-ur-Rashad can justly be entitled as the "Umm-ul-Madaris" (Mother of Madrisahs).

Keywords: Dar ul Irshad, Baghdad e Sani, Madrasa, Islamic Education, Sindh

برصغیر پاک وہند میں اسلام کا آفاقی پیغام باب الاسلام سندھ کے ذریعے پہنچا اور پھیلا۔ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھوں سندھ کا علاقہ فتح ہوا اور اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی۔ یہاں تابعین اور تبع تابعین بھی تشریف لائے، جن میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی، اسرائیل بن موسیٰ بصری، یزید بن ابی کبشہ دمشقی، ربیع بن صبیح، مکحول بن عبداللہ شامی، عبدالرحمٰن اوزاعی اور ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں، جن کے درس وتدریس کے ذریعے یہاں کے باشندوں کا تعلق براہِ راست کتاب وسنت سے ہوا۔

اہلِ عرب کو علم حدیث اور اس کی اشاعت سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ اس لئے وہ جہاں بھی پہنچے وہاں قرآن اور حدیث کی درسگاہیں قائم ہوئیں۔ سندھ میں منصورہ اور دیبل کی اسلامی ریاستوں میں سندھی علماء اور محدثین کی قائم کردہ درسگاہیں عالمی شہرت رکھتی ہیں، جہاں سے مشہور علماء اور حدیث کے ماہرین پیدا ہوئے، جنہوں نے خدمتِ حدیث میں بڑی شہرت حاصل کی۔ خود عرب کے لوگ بھی ان سے علم حاصل کرنے کیلئے سندھ تشریف لائے تھے۔ مؤرخینِ سندھ کے علماء کے مقام ومرتبہ اور ان کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کی زبان دانی پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ مشہور محدث علامہ ابو سعد عبدالکریم سمعانی نے اپنی مایہ ناز کتاب "الانساب" میں ان سندھی علماء و محدثین کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے دیبل اور منصورہ میں بڑے مدارس ومکاتب قائم کیے۔ سندھ کی تخت گاہ "منصورہ" کا بنیاد عربوں نے رکھا تھا جس کو علمی فیض، دینی مدرسوں اور خصوصًا علم حدیث کی تعلیم کے لحاظ سے بغدادِ ثانی کہا جاتا تھا۔

دیبل اور منصورہ کی اسلامی ریاستوں کے اختتام کے بعد رفتہ رفتہ محدثین اور علمِ حدیث کے علمبرداروں کی آمد ورفت کم ہوتی گئی اور علمی فیض کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ لیکن ان نامساعد حالات کے باوجود کئی ایسی ہستیاں اور خاندان نظر آتے ہیں، جنہوں نے علم کا چراغ روشن کیے رکھا۔

اسی طرح سرزمینِ سندھ میں راشدی خانوادہ کی علمی ادبی خدمات بھی ہرگز نظرانداز نہیں کی جاسکتیں۔ اس مایہ ناز خاندان نے علم وادب کے ہر پہلو مثلاً تاریخ، سیرت، رجال، حدیث، فقہ، لغت، حکمت، فلسفہ، تفسیر، ادب، علم العروض اور شعر میں مستند اور مانے ہوئے ماہر پیدا کیے، جنہوں نے پوری سندھ کو فیضیاب کیا۔ اس خاندان کو سید احمد شہید رحمۃاللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃاللہ علیہ کے قافلہ مجاہدین کی میزبانی کا بھی شرف حاصل ہے۔

راشدی خاندان کے مورثِ اعلیٰ سید محمد راشد شاہ المعروف روضے دھنی رحمۃاللہ علیہ ہیں، جن کی طرف یہ خاندان منسوب ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سید صبغت اللہ شاہ (اول) کو دستار یعنی "پگ" عطا کی، اس لئے ان کی اولاد پیر پگارو کہلائی۔ دوسرے بیٹے سید محمد یاسین شاہ کو "جھنڈا" عنایت کیا، جس کی وجہ سے ان کی اولاد جھنڈے والے کہلاتی ہے۔ اس طرح یہ خاندان دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔

سندھ میں قرآن اور حدیث کی دینی اہمیت کو واضح کرنے، شرک وبدعت کے خلاف جہاد اور علم کی شمع فروزاں کرنے میں جھنڈائی خاندان کی خدمات قابل ذکر اور تاریخ کا حصہ ہیں۔

مشہور محقق اور تاریخدان پیر حسام الدین راشدی لکھتے ہیں:

"پیر سائیں روضے والے رحمۃاللہ علیہ کے دوسرے فرزند پیر محمد یاسین کی اولاد کو جھنڈے والی شاخ کہا جاتا ہے......... اس خاندان کے بڑوں نے علوم

دینی، خاص طرح حدیث کی لافانی خدمت کی اور ایک عظیم الشان خطی کتابوں کا نادر کتب خانہ قائم کیا، جس کے قلمی نسخوں کی شہرت پورے عالمِ اسلام میں آج تک قائم ہے۔"(1)

سید محمد یاسین شاہ جھنڈے والے اوّل کے فرزند سید رشید الدین شاہ راشدی بیعت دھنی نے اپنے گاؤں "پیر جھنڈو" (نزد نیو سعید آباد) میں چھوٹے پیمانے پر دینی مدرسہ کا بنیاد رکھا، جہاں طلبہ کو قرآن مجید حفظ کروانے کے ساتھ ترجمہ بھی پڑھایا جاتا تھا۔ اس مدرسہ کے اثر کی وجہ سے ارد گرد کے قصبوں میں بھی چھوٹے بڑے کئی مدرسے کھلے اور دینی تعلیم کا چرچا بلند ہوا۔ پیر صاحب کو اپنی اولاد کی تعلیم کا بھی بیحد فکر تھا۔ اس لئے وقت کے بڑے بڑے علماء کو بلا کر اپنے بیٹوں کی تعلیم کا انتظام کیا، جن میں قاضی عبدالغنی کیریو کھڈھری اور مولانا قاضی فتح محمد نظامانی ٹنڈو قیصر والے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں ان کے بڑے فرزند سید رشداللہ شاہ چوٹی کے عالم بن گئے اور دوسروں نے بھی بہتر تعلیم حاصل کی۔

پیر رشداللہ شاہ نے شروع میں قرآن مجید اور مروجہ فارسی خواہ عربی کی ابتدائی کتب قاضی عبدالغنی کیریو کے پاس پڑھیں۔ اس کے بعد عربی کی باقی کتب کی تکمیل قاضی فتح محمد نظامانی کے پاس کی جو اپنے وقت کے بڑے جید عالم اور خوشنویس بھی تھی۔ اسی اثنا میں مولانا عبیداللہ سندھی کے پیر جھنڈو میں آمد کے دوران حدیث کی کچھ کتابیں اُن سے پڑھیں۔

پیر رشید الدین شاہ نے مدرسہ کے ساتھ دینی لائبریری کا بھی انتظام کیا، اس لئے ان کے پاس بڑے بڑے علماء، اسکالرز اور بزرگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ مولانا عبیداللہ سندھی بھی کبھی کبھی امروٹ شریف تحصیل گڑھی یاسین سے تشریف لاکر ان کی علمی مجالس میں شرکت کرتے تھے۔ مطلب اسی طرح ہمیشہ علمی بزم آرائی عروج پر رہتی تھی۔

مولانا مفتی عبدالقادر لغاری مولانا عبیداللہ سندھی کی پیر جھنڈو آمد کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"مولانا صاحب کو مطالعہ کا زیادہ شوق تھا۔ جب انہیں علم ہوا کہ گوٹھ پیر جھنڈہ تحصیل ہالا ضلع حیدرآباد میں پیر سائیں محمد راشد شاہ روضے دھنی کے پوتے پیر رشید الدین شاہ عرف بیعت دھنی موجود ہیں اور بڑے خدار سیدہ بزرگ ہیں اور ان کے پاس ایک نایاب کتب خانہ بھی موجود ہے، اس وقت مولانا کو مطالعہ کے شوق نے اس طرف آنے کیلئے مجبور کیا۔ رُک اسٹیشن سے ریل گاڑی میں سوار ہو کر سرھاڑی اسٹیشن پر اترے اور وہاں سے 12 میل پیدل سفر کر کے رات کو کسی وقت آکر پیر جھنڈو کی مسجد شریف میں سو گئے۔ صبح پیر سائیں رشید الدین صاحب العلم الثالث اور ان کے فرزند مولانا رشداللہ شاہ سے ملے اور اپنا علمی مدعا پیش کیا۔ پھر بزرگوں نے کھلے دل سے مولانا صاحب کو کتب خانہ دیکھنے اور مطالعہ کرنے کی اجازت دے دی۔ اگر مولانا صاحب مطالعہ کیلئے کوئی کتاب لے جانے کی اجازت مانگتے تھے تو بھی ان کو امروٹ شریف تک کتاب لے جانے کی اجازت دیتے تھے۔ جب بھی مجلس میں بیٹھتے تھے تو علمی گفتگو اور سلوک و معرفت کی باتیں ہوتی تھیں۔ مولانا بھی امروٹ شریف سے پیر جھنڈو آتے رہتے تھے۔"(2)

مولانا عبیداللہ سندھی اس طرح رقمطراز ہیں کہ:

"مولانا رشید الدین صاحب العلم الثالث کی صحبت سے مستفید ہوا۔ میں نے ان کی کرامتیں دیکھیں۔ ذکر اسماء الحسنیٰ میں نے انہیں سے سیکھا۔ وہ دعوت و توحید و جہاد کے مجدد تھے۔ پھر حضرت مولانا ابو التراب رشداللہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں رہیں۔ وہ علم حدیث کے بڑے جیّد عالم اور صاحبِ تصنیف تھے۔ ان کے ساتھ قاضی فتح محمد کی علمی صحبت بھی ہمیشہ یاد رہے گی۔"(3)

پیر رشید الدین شاہ صاحب کے وقت میں مدرسہ میں قرآن کریم کی تعلیم کیلئے دو مشہور اساتذہ کرام حافظ محراب شر بلوچ اور حافظ محمد امین مُتوہ کچھ بُھج والے مقرر تھے۔

پیر رشید الدین شاہ ۱۳۱۷ھ میں وفات پاگئے، لیکن ان کے بعد بھی مولانا عبیداللہ سندھی نے پیر جھنڈو آنے کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔

پیر رشداللہ شاہ کو خیال آیا کہ ناظرہ اور حفظ قرآن کا مدرسہ تو حضرت بیعت دھنی کا شروع کیا ہوا ہے جس سے سینکڑوں حفاظ اور ہزاروں طلبہ ناظرہ قرآن کریم پڑھ کر مختلف علاقوں میں سلسلۂ تعلیم شروع کر چکے ہیں۔ کیوں نہ ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جس میں علوم اسلامیہ پڑھائی جائیں، تاکہ مسلمان قرآن پاک اور حدیث شریف کو سمجھ کر اسلام کی خدمت کر سکیں۔ یہ ارادہ کر کے مولانا عبیداللہ سندھی کو امروٹ شریف سے بلا کر مدرسہ کے بابت مشورہ کیا۔ مولانا عبیداللہ کو تعلیم دینے کا بہت زیادہ شوق تھا، مگر ان کی طبیعت کے موافق انہیں کوئی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ یہاں پیر جھنڈو میں مطالعہ کیلئے آنے جانے اور علمی مجالس کی وجہ سے قلبی تعلق بھی قائم تھا۔ اس لئے مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ قبول کر کے مدرسہ کی نگرانی، انتظام اور اہتمام کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے مولانا سید رشداللہ شاہ راشدی اور مولانا عبیداللہ سندھی نے ماہ رجب ۱۳۱۹ھ مطابق 1901ء بروز جمعرات مدرسہ کا افتتاح کیا اور مدرسہ کا نام "مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالرشاد" رکھا۔ سندھ کی تاریخ میں یہ اوّل دینی درسگاہ شمار ہوتی ہے۔

مولانا عبیداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مدرسہ شروع کرتے وقت پیر صاحب کے خاندان کی مستورات نے اپنے سونے کے زیورات تک دے کر مدرسہ کی مدد کی۔ مدرسہ میں جو پہلے اساتذہ کرام مقرر کیے گئے، وہ حسبِ ذیل ہیں:

1. مولانا عبیداللہ صاحب صدر مدرس اور مہتمم مدرسہ دارالرشاد
2. مولانا نجم الدین صاحب ڈھریالہ ضلع جہلم والے مدرس ثانی
3. مولانا محمد صاحب احمدانی لغاری ڈیرہ غازی خان والے استاذ الکل مدرس ثالث
4. مولانا عبداللہ صاحب لغاری مدرس رابع
5. حافظ امین محمد صاحب متوہ کچھ بُھج والے
6. مولانا محمد امیر صاحب جھنگ ضلع پنجاب

مولانا عبداللہ لغاری کو فارسی پڑھانے کیلئے مقرر کیا گیا اور باورچی خانہ کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا گیا۔ مولانا عبیداللہ صاحب کے زیر اہتمام مدرسہ دار الرشاد اپنی تعلیمی اور انتظامی بہتری کی وجہ سے اتنا مشہور ہوا کہ بڑے بڑے علماء دور دراز سے دارالرشاد کا نام سُن کر اس کا ملاحظہ کرنے کیلئے آتے تھے۔ مثلاً مولانا شیخ الہند محمود الحسن صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، ڈاکٹر ضیاءالدین وائیس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی اور مولانا محمد میاں ناظم جمعیت علماءِ ہند بھی مدرسہ کے ملاحظہ اور پیر صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لائے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا غلام محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور کو خصوصی طور پر طلبہ کے امتحان کیلئے بلایا گیا۔

آٹھ دس سالوں کی تعلیم کے بعد 12 ستمبر 1910ء مطابق شعبان ۱۳۲۷ھ فارح التحصیل طلباء کی دستار بندی کیلئے ایک جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی قاضی ریاست بھوپال نے کی، جو علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے استاد تھے اور علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی الیمانی مصنف "نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار" کے بیٹے صفی الدین احمد کے شاگرد تھے۔ ان کو فتح الباری شرح صحیح بخاری کی چودہ جلدیں برزبان یاد تھیں۔(4)

ان کے پیر جھنڈو آنے کا ذکر پیر رشداللہ شاہ کے پوتے مولانا پیر وہب اللہ شاہ ولد ضیاءالدین شاہ اس طرح کرتے ہیں:

"معلوم ہو کہ مذکورہ شیخ علامہ شوکانی کے فرزند کے شاگرد تھے، جیسے سندوں سے واضح ہے۔ انہیں نواب صدیق حسن خان نے یمن سے بلا کر اپنے شہر بھوپال بڑی عزت و تکریم کے ساتھ رکھا۔ مرحوم نواب صاحب کو حدیث کے علم کے ساتھ زیادہ محبت اور شوق تھا۔ انہوں نے بھی مذکورہ شیخ سے حدیث کا

علم اور اجازتیں حاصل کی تھیں۔ ہمارے جد امجد قدس سرہ کی مرحوم نواب صاحب کے ساتھ مسلسل خط و کتابت رہتی تھی......... پھر ہمارے جد امجد قدس سرہ کو خیال آیا کہ تیرہویں صدی ہجری کے آخری دور میں احمد بن محمد بن علی شوکانی حدیث کے حافظ و مفسر گذرے ہیں، جن کی علمِ حدیث میں سند کا سلسلہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ان کی حدیث کی سند بالا جازۃ حاصل کی جائے۔ آپ نے مذکورہ شیخ کو اپنے گاؤں آنے کی دعوت دی۔ پیرانہ سالی کے باوجود انہوں نے "پیر جھنڈو" آنے کی دعوت قبول کی۔ان کے تشریف لانے والے دن جد امجد قدس سرہ بذاتِ خود سرہاڑی اسٹیشن پہنچے۔ گاڑی کے پہنچنے سے پہلے آپ نے اسٹیشن ماسٹر کو کہا کہ "ہمارا ایک معمر اور معزز عالم گاڑی میں آنے والا ہے،اس لئے گاڑی کی روانگی میں جلدی نہ کی جائے۔"اس نے کہا آپ فکر نہ کریں، مہمان کو آرام سے اتاریں گے۔ جب گاڑی پورے وقت پر اسٹیشن پہنچی تو آپ نے خود فرسٹ کلاس کے ڈبہ میں چڑھ کر شیخ صاحب کو گاڑی سے اتارا، تب تک گاڑی کھڑی رہی۔ شیخ صاحب عربی لباس میں ملبوس تھے۔ آپ نے شیخ صاحب کی سواری کیلئے ایک اونٹ تیار کرایا تھا۔ آپ نے شیخ صاحب کو اونٹ کے پچھلے خانے میں بٹھایا اور خود اگلے خانے میں بیٹھے،اس لئے کہ اونٹ سواروں کی عادت تھی کہ اونٹ چلاتے وقت زبان سے خوامخواہ بیہودہ الفاظ نکالتے ہیں۔اس لئے شیخ صاحب کے ادب کی وجہ سے آپ خود سوار بنے۔اس طرح شیخ صاحب کو لے کر خیریت سے درگاہ شریف (پیر جھنڈو) پہنچے۔ (5)

اس جلسہ میں مندرجہ ذیل علماء کی دستار بندی ہوئی:

1. پیر ضیاء الدین شاہ ولد پیر رشد اللہ شاہ
2. مولانا محمد اکرم صاحب انصاری ہالائی
3. مولانا محمد الیاس جمالی کھتیر و تحصیل ہالا
4. مولوی ابو الحسن درس ہو تھی مشائخ نزد ٹنڈو آدم
5. مولوی جان محمد درس ہو تھی مشائخ نزد ٹنڈو آدم

علامہ حسین بن محسن انصاری نے ان فارغ التحصیل علماء کو سندیں عنایت کیں۔ علاوہ ازیں پیر رشد اللہ شاہ، ان کی اولاد اور ہمعصر علماء کرام کو حدیث پاک کی عام اجازت دی۔اس جلسہ میں مولانا محمد لغاری نے ایک عربی نظم پڑھی، جس کی پہلی اور آخری مصرع اس طرح ہے:

اذاکان الرشید دلیل قوم - سیھد یھم الیٰ دار الرشاد

ایاملک الملوک لک البقاء - آدم آبق الیٰ یوم التناد

اس جلسہ کے بعد مولانا نجم الدین صاحب نے مدرسہ دار الرشاد سے اجازت لے کر اورینٹل کالج لاہور میں جاکر ملازمت اختیار کی۔

سنہ ۱۳۲۷ھ مطابق 1910ء رمضان شریف کے بعد مدرسہ عالیہ میں مندرجہ ذیل اساتذہ کرام تعلیم دینے کیلئے مقرر کیے گئے:

1. مولانا عبید اللہ صاحب صدر مدرس اور مہتمم مدرسہ دار الرشاد
2. مولانا محمد صاحب لغاری صدر مدرس
3. مولانا خدا بخش (مصنف ارشاد الصرف)
4. مولانا محمد اکرم صاحب انصاری ہالائی (شارح ارشاد الصرف)
5. مولانا احمد علی صاحب لاہوری
6. مولانا محمد الیاس صاحب جمالی

7. حافظ امین محمد صاحب متوہ

8. ڈاکٹر مولوی محمد علی شاہ انگریزی کے استاد

مولانا عبداللہ لغاری صاحب کو سفارت (چندہ جمع کرنے) کا کام سپرد کیا گیا۔ مولانا محمد الیاس جمالی کو طلبہ کی خوراک کا انتظام سپرد ہوا اور مولانا محمد الیاس جمالی صاحب ایک اہل اللہ بزرگ اور اپنے اساتذہ کا بیحد فرمانبردار اور مدرسہ کا سچا خدمتگار ثابت ہوا۔ مولانا عبیداللہ صاحب سندھی مہتمم مدرسہ مہینہ کی تکمیل پر اساتذہ اور ملازمین کو تنخواہیں ادا کرتے تھے اور مولانا محمد الیاس صاحب کو مدرسہ کے اخراجات کیلئے پیسے دیتے تھے۔ بسا اوقات پیسے نہ ہونے کی صورت میں مولانا محمد الیاس مرحوم اپنی بیوی کے زیورات تک گروی رکھ کر مدرسہ کے طلبہ کیلئے آٹا خریدتے تھے۔ ان دنوں آٹا سرھاڑی اسٹیشن سے لاتے تھے، جو پیر جھنڈو سے بارہ میل کی مسافت پر تھا یا شہدادپور سے لاتے تھے جو پیر جھنڈو سے بیس میل دور تھا، چونکہ اس وقت نیو سعید آباد ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور سارا سامان مل نہیں سکتا تھا۔

ماہ شعبان ۱۳۲۸ھ مدرسہ کی سالانہ چھٹی ہوئی۔ رمضان شریف کے بعد مولانا محمد علی شاہ سرکاری ملازمت ملنے پر پتھورو میں ہیڈ ماسٹر بن گئے۔ اس لئے قاضی عبدالرزاق روہڑی والے کا انگریزی پڑھانے کیلئے تقرر ہوا۔ ان کے ساتھ ماستر خیر محمد سو لنگی جوہی والے حساب وغیرہ سکھانے کیلئے مقرر کیے گئے تھے۔

ماہ رجب ۱۳۲۹ھ میں مولانا عبیداللہ مدرسہ میں موجود نہیں تھے۔ مدرسہ کے طلبہ کا آپس میں معمولی اختلاف ہوا، جس کے نتیجہ میں پیر صاحب نے ایک طالبِ علم کو گاؤں سے چلے جانے کا حکم دیا اور وہ پیر جھنڈو چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ طالب علم امروٹ شریف والے بزرگ کے بھتیجے تھے۔ جب مولانا عبیداللہ صاحب سفر سے لوٹے اور انہیں اس بات کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تعلیمی سال کا اختتام تھا۔ ماہ شعبان میں مدرسہ کی سالانہ چھٹی ویسے ہوتی ہے، ہمارے آنے تک یہ معاملہ مہمل کیا جاتا۔ مدرسہ کا معاملہ تھا اور یہ فیصلہ ہمیں کرنا تھا نہ کہ پیر صاحب کو، کیونکہ پیر صاحب گاؤں کے مالک ہیں، گاؤں کے مکینوں اور جماعت کا فیصلہ ان کے اختیار میں ہے لیکن مدرسہ میں ان کو مداخلت نہ کرنی چاہیئے تھی۔ اس لئے وہ شعبان ۱۳۲۹ھ میں مدرسہ سے مستعفی ہو گئے۔ پھر پیر رشداللہ شاہ نے ان کے مدرسہ میں رہنے کیلئے بہت اصرار کیا تو مولانا محمد صاحب احمدانی لغاری کو مدرسہ میں بٹھایا اور پیر صاحب سے کہا کہ ان کی خدمت کرتے رہیں گے تو مدرسہ قائم رہے گا، آپ کو عبیداللہ کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔

پھر مولانا عبیداللہ سندھی صاحب، مولانا عبداللہ لغاری، مولانا احمد علی لاہوری، مولوی محمد صالح واڈھو کنڈیارو والے اور قاضی عبدالرزاق کو اپنے ساتھ نواب شاہ لے گئے۔ وہاں پر "دارالرشاد" ہی کے نام سے نیا مدرسہ کھولا، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کے طلب کرنے پر دیوبند چلے گئے، لیکن دوسرے علماء کچھ سالوں تک پھر بھی پڑھاتے رہے۔ پیر جھنڈو میں مولانا محمد صاحب لغاری، مولانا محمد اکرم صاحب انصاری، مولوی محمد الیاس جمالی اور حافظ امین محمد متوہ باقی رہ گئے۔ ماہ شوال ۱۳۲۹ھ میں تعلیم کا آغاز ہوا اور دور دراز سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے کیلئے آنے لگے۔ سندھ، پنجاب اور بلوچستان تک مدرسہ عالیہ دارالرشاد کی شہرت ہوگئی تھی۔ اس وقت تعلیم وتدریس کیلئے مندرجہ ذیل اساتذہ کرام مقرر کیے گئے:

1. مولانا محمد صاحب احمدانی لغاری استاذ الکل ڈیرہ غازی والے صدر مدرس اور مہتمم مدرسہ دارالرشاد
2. مولوی خدابخش صاحب مصنف ارشاد الصرف مدرس دوم
3. مولوی محمد اکرم صاحب انصاری ہالائی مدرس سوم
4. مولوی محمد الیاس جمالی مدرس چہارم
5. حافظ محمد امین صاحب متوہ معلم القرآن

مدرسہ میں پورا سال نہایت محنت شاقہ اور جانفشانی سے تعلیم دی گئی۔ ماہ شعبان ۱۳۳۰ھ میں حسب دستور مدرسہ کی سالانہ چھٹیاں ہوئیں۔ اسی دوران

مولانا محمد الیاس جمالی وفات پا گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

ماہ شوال 1330ھ میں پھر تعلیم شروع ہوئی اور مندرجہ ذیل اساتذہ کرام تعلیم دینے کی غرض سے مقرر ہوئے:

1. مولانا محمد صاحب احمدانی لغاری صدر مدرس اور مہتمم
2. مولانا خدا بخش صاحب مصنف ارشاد الصرف
3. مولانا محمد اکرم صاحب انصاری محشی ارشاد الصرف
4. حافظ محمد امین صاحب متوہ کچھی معلم القرآن

اس سال بھی اساتذہ کرام نے پوری محنت سے پڑھایا۔ ماہ شعبان ۱۳۳۱ھ میں مدرسہ کی سالانہ چھٹی ہوئی۔ ماہ رمضان کے بعد شوال ۱۳۳۱ھ میں تعلیم کا پھر سے آغاز ہوا اور مندرجہ ذیل علماء کرام کا تقرر عمل میں آیا:

1. مولانا محمد صاحب صدر مدرس
2. مولانا محمد اکرم صاحب انصاری مہتمم اور مدرس مدرسہ
3. مولانا الٰہی بخش صاحب ریاست بہاولپور
4. حافظ محمد امین صاحب متوہ کچھی

کچھ وقت کیلئے مولوی بہاؤالدین صاحب ڈیرہ غازی خان والے اور مولوی نور محمد صاحب انڈھڑ داماد مولانا حماداللہ صاحب ہالیجوی پنو عاقل والے بھی تعلیم دینے کیلئے تشریف لائے تھے۔ سال کے اختتام پر ماہ شعبان ۱۳۳۲ھ مطابق 19 جولائی 1914ء پر مندرجہ ذیل علماء کرام کی دستار بندی ہوئی:

1. مولانا سید عبداللہ صاحب سربازی (مکران، ایران)
2. مولانا قاضی حبیب اللہ میمن ٹیڑھی خیرپور میرس (بانی مدرسہ دارالہدیٰ ٹھیڑھی)
3. مولانا عبدالحئ صاحب نوحانی کنگورو شاخ نزد گری

ماہ شوال ۱۳۳۲ھ میں تعلیم شروع ہوئی اور مندرجہ ذیل اساتذہ کا تقرر ہوا:

1. مولانا محمد صاحب احمدانی لغاری صدر مدرس
2. مولانا محمد اکرم صاحب انصاری ہالائی
3. مولانا عبداللہ صاحب لغاری مہتمم مدرسہ دارالرشادِ
4. مولانا ولی محمد صاحب حاجی پوری ڈیرہ غازی خان والے

مولانا عبیداللہ سندھی کو ان کے استاد شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے کابل کی طرف ہجرت کرکے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس لئے وہ جھنڈے والے پیر صاحبان سے الوداعی ملاقات کیلئے ۱۳۳۳ھ مطابق 1915ء میں پیر جھنڈو تشریف فرما ہوئے اور دو ماہ تک قیام کیا۔ آپ مسجد کے بالاخانہ میں رہتے تھے۔ کبھی کبھار طلبہ کو بلا کر سبق بھی پڑھاتے تھے۔ اس عرصہ میں جو شخصیات مولانا سندھی سے ملاقات کیلئے تشریف لائیں، وہ حسبِ ذیل تھیں:

1. مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء ہند
2. شیخ عبدالرحیم سندھی حیدرآبادی (آپ ڈاکٹر ضیاءالدین کے نانا تھے) شیخ عبدالمجید سندھی ان کی وجہ سے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

3. ڈاکٹر ضیاءالدین وائیس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی
4. مولوی علی اسداللہ شاہ امروٹ شریف والے

اس مختصر قیام کے دوران مولانا عبیداللہ سندھی طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ بالآخر مؤرخہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۳ھ مطابق 19 جولائی 1915ء مندرجہ ذیل علماء کی دستار بندی ہوئی:

1. مولانا پیر احسان اللہ شاہ راشدی (صاحبزادہ مولانا سید رشداللہ شاہ) گوٹھ پیر جھنڈو
2. مولوی عبدالعلیم صاحب متوہ (کچھ بُھج)
3. مولوی عطاءاللہ صاحب انڈھڑ پنو عاقل
4. مولوی غلام رسول لاشاری میرو خان
5. مولوی محمد مبارک بھٹو
6. مولوی علی حیدر جمالی کنڈیاری تحصیل ہالا

دستار بندی کے موقعہ پر مولانا محمد اکرم انصاری نے حسبِ ذیل نظم پڑھی، جس میں مدرسہ دارالرشاد کی تعریف تھی اور پیر صاحبان کے نام واوصاف بھی اشارتاً بیان کیے ہوئے تھے:

الا یا دار دارا للرشاد ادام للہ جودک بازدیاد

رشید الدین رباک بلطف ورشد اللہ زادک بالایاد

ضیاء الدین یلمع من جینک و نور اللہ یفشي في التراب

اماما صرت للمدارس في السند وفضل اللہ رغما للحساد

ماہ شوال ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ عالیہ میں مولانا محمد صاحب احمدانی لغاری، مولانا محمد اکرم صاحب انصاری ہالائی، مولانا ولی محمد حاجیپوری اور حافظ محمد امین متوہ نے بطور مدرس خدمات انجام دینا شروع کیں۔ کبھی کبھی رئیس الفقہاء قاضی فتح محمد نظامانی بھی تعلیم دینے آتے تھے۔ اساتذہ کی محنت، حسن انتظام اور عمدہ تعلیم کی وجہ سے پورے سندھ کے طالبِ علم مدرسہ دارالرشاد میں آکر جمع ہوئے۔ پنجاب اور مکران سے بھی طالبِ علم پہنچے اور اپنی اپنی اہمیت ولیاقت کے مطابق ہر ایک نے خوب علم حاصل کیا۔ مؤرخہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ مطابق جون 1916ء میں مندرجہ ذیل علماء اور حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی:

1. مولوی عبدالقادر احمدانی لغاری سانگھڑ
2. مولوی دین محمد شیخ وارنی شریف بہاولپور
3. مولوی رحیم بخش سومرو شکارپور
4. حافظ محمد قاسم متوہ (یہ حافظ امین محمد متوہ کے بھتیجے تھے)
5. حافظ محمد ابراہیم مناہجہ چھتن شاہ تحصیل سکرنڈ ضلع نوابشاہ
6. حافظ خان محمد میر بحر گوٹھ پیر جھنڈو تحصیل ہالا ضلع حیدرآباد

7. حافظ مولاداد بروہی دوڑ ضلع نوابشاہ

مولوی محمد اسماعیل پٹھان بھی مذکورہ علماء کے ہم سبق تھے، لیکن وہ مجبوراً دستاربندی کی مجلس میں شریک نہ ہوسکے، کیونکہ انہیں پیر رشداللہ شاہ نے حیدرآباد دکن کتابیں نقل کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ دستاربندی مؤرخہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ ہوئی اور مولوی صاحب ۸ رمضان ۱۳۳۴ھ گوٹھ پیر جھنڈو تشریف فرما ہوئے۔

رمضان شریف کے بعد شوال ۱۳۳۴ھ میں مدرسہ میں تعلیم کا پھر سے آغاز کیا گیا اور وہی اساتذہ کرام مولانا محمد صاحب لغاری، مولانا محمد اکرم صاحب انصاری، مولوی ولی محمد صاحب حاجیپوری اور حافظ امین محمد صاحب متوہ تعلیم دیتے رہے۔ لیکن ابھی صرف تین ماہ کا عرصہ ہی ہوا تھا کہ محرم ۱۳۳۵ھ مطابق نومبر 1916ء انگریز حکومت کا حکم پہنچا کہ پیر جھنڈو والوں کا مدرسہ بند کیا جائے، کیونکہ اس مدرسہ کے مولوی سرکار کے باغی ہوتے ہیں۔ باقی اگر پیر صاحب اپنے بچوں کی تعلیم کیلئے ایک عالم رکھے تو اسے اجازت ہے۔ اس لئے سب اساتذہ اور طلبہ بادل نخواستہ چلے گئے، صرف مولانا ولی محمد حاجیپوری (ڈیرہ غازی خان) پیر صاحبان کی تعلیم کیلئے ٹھہر گئے۔ اس فیصلہ سے علمی حلقوں میں بے انتہا دکھ پہنچا۔

پیر صاحب نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ یہ مدرسہ ہمارا شخصی مدرسہ نہیں ہے، بلکہ جماعت کا قومی مدرسہ ہے اور غیر قانونی بند کیا گیا ہے، جس پر حکومت نے مؤرخہ 23 اپریل 1919ء کو مدرسہ جاری کرنے کی اجازت دی۔[6]

سال ۱۳۳۷ھ مطابق 1919ء میں پیر صاحب نے ایک بڑا جلسہ منعقد کر کے مولانا عبدالقادر لغاری کے دست مبارک سے مدرسہ کا افتتاح کرایا۔ مولانا نورالحق علوی (پروفیسر غلام جیلانی برق کے بھائی) کو اورینٹل کالج لاہور سے اور مولانا محمد اکرم انصاری کو ہالا سے بلایا گیا اور تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا گیا جو ایک سال تک چلتا رہا۔ پھر تحریک خلافت شروع ہوئی۔ پیر رشداللہ شاہ تحریک خلافت کے مرکزی سرگرم قائدین میں سے تھے۔ اہلِ مدرسہ نے بھی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ انگورہ فنڈ جمع کرنے کیلئے ایک ماہ تک تعلیم بند کی گئی۔ تیرہ ہزار روپے پیر صاحب کے نام سے انگورہ فنڈ میں جمع کیے گئے۔ دو سال تک تحریک خلافت میں حصہ لینے کے بعد پیر رشداللہ شاہ مؤرخہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ مطابق 21 مئی 1922ء اس فانی دنیا سے الوداع کر گئے۔ اس طرح مدرسہ دارالرشاد کے ایک دور کا بھی اختتام ہوا۔

الغرض سندھ میں دینی علم کی ترقی و ترویج و اشاعت میں مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو کے اساتذہ، طلبہ اور فیض یافتگان کا بڑا حصہ ہے۔ مذکورہ بالا علماء کرام کے علاوہ مولانا محمد مدنی، مولانا نورالحق علوی، مولانا قطب الدین انڈھڑ ہالیجوی، مولانا محمد خلیل، مولانا محمد نور، مولانا غلام قادر میمن، مولانا مفتی محمد سلیمان بگھیو اور مولانا ابوسعید شرف الدین دھلوی وغیرہم بھی مدرسہ دارالرشاد کے اساتذہ کرام میں شامل ہیں۔

مدرسہ سے فیض حاصل کرنے والے تلامذہ میں مولانا حکیم محمد معاذ پیرزادہ، مولانا خیر محمد نظامانی، مولانا غلام مصطفٰی قاسمی، مولانا محمد عظیم شیدا، مولانا حبیب اللہ میمن ٹیڑھی، مولانا عزیز اللہ میمن ٹیڑھی، مولانا امید علی سندھی، مولانا غلام حسین جمالی، مولانا شفیع محمد منگیو، مولانا شفیع محمد نظامانی، مولانا دوست محمد کھمیر، مولانا محمد طیب کھمیر، مولانا محمد پریل منگیو، مولانا محمد اسماعیل بھٹو، مولانا محمد صادق انڈھڑ، مولانا عزیز اللہ جروار، مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی، مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا محمد ہاشم نہڑیو ریگستانی، مولانا نصیر الدین نہڑیو ریگستانی وغیرہ شامل ہیں۔[7]

نصاب:

مدرسہ دارالرشاد میں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ نصاب میں جامیٹری، ریاضی، انگریزی، علم طبعی، علم کیمیا، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ کی کتب بھی شامل تھیں۔

ڈاکٹر سید صالح محمد شاہ بخاری لکھتے ہیں کہ :

"راقم کو پانچ سال اس مدرسہ میں رہنے اور خدمت کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ اس عرصہ میں پرانے کاغذات کی ورق گردانی کرتا رہتا تھا، جو اس وقت کے بہترین یادگار ہیں۔ اس کے علاوہ نصاب میں رکھی ہوئی کتب کو بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ معلوم ہوا کہ جامیٹری، ریاضی، انگریزی، علم طبعی، علم کیمیا، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ کی بھی کافی کتابیں تھیں۔ اس وقت کی سالانہ کارروائیں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس مدرسہ میں ہر قسم کی تعلیم دی جاتی تھی۔"[8]

مدرسہ کی شوریٰ نے عربی تعلیم عام کرنے کیلئے یہ صورت مقرر کی کہ ابتدائی کتب کا سندھی میں ترجمہ کرایا جائے۔ اس لئے مولانا قاضی فتح محمد نظامانی سے صرف، نحو اور فقہ کی کتب کے ترجمے کروائے گئے۔ مثلاً ارشاد الصرف، علم الصیغہ، شافیہ، کافیہ، نحو میر، ہدایۃ النحو، مالابد منہ، اصول شاشی، حصن حصین وغیرہ۔

تبلیغ واشاعت کا سلسلہ شروع کرنے کیلئے چھوٹی چھوٹی دینی کتب چھپوا کر مفت تقسیم کی گئیں اور گرد ونواح کے قصبوں میں جمعہ کے دن وعظ و تبلیغ کیلئے مدرسہ کی طرف سے طلباء و علماء بھیجے جاتے تھے۔

انجمن السواد الاعظم :

مدرسہ میں فتویٰ دینے کا شعبہ کھولا گیا، جس کا نام "انجمن السواد الاعظم" رکھا گیا۔ اس کے ارکان میں مدرسہ دارالرشاد کے اساتذہ کے علاوہ مولانا سید رشد اللہ شاہ، مولانا قاضی فتح محمد نظامانی، مولانا پیر ضیاء الدین شاہ، مولانا محمد صادق مہتمم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی، مولوی محمد صدیق مدرس مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، مولوی عبدالکریم درس کراچی، مولوی محمد عثمان نور نگ زادہ کھور واہی معلم الفقہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی و مصنف "تفسیر تنویر الایمان" سندھی شامل تھے۔

اگر پیر جھنڈو میں کوئی عالم فتویٰ لکھتا تھا تو مدرسہ دارالرشاد کے علماء دستخط کرکے مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی کی طرف بھیجتے تھے۔ جب وہاں کے علماء تصدیق کرکے بھیجتے تھے تو وہ تحریر ایک رجسٹر میں نقل کی جاتی تھی۔ اس کے بعد سائل کو فتویٰ دی جاتی تھی۔ اس طرح اگر کراچی کے علماء کرام تحریر لکھتے تھے تو وہ بھی پیر جھنڈو کے علماء کے پاس تصدیق کیلئے بھیجی جاتی تھی۔

مدرسہ دارالرشاد کے فیض یافتہ علماء نے سندھ کے مختلف حصوں اور خصوصاً مکران ولسبیلہ میں جا کر مدارس کھولے اور علمی مراکز آباد کیے۔ مدرسہ دار الہدیٰ ٹھیڑھی ضلع خیر پور میرس کے بانی قاضی عبداللہ نے اپنے بیٹوں مولانا حبیب اللہ اور مولانا عزیز اللہ کو "دارالرشاد" میں تعلیم دلائی۔ مولانا حبیب اللہ "دارالہدیٰ ٹھیڑھی" کے مدرس اوّل اور شیخ الحدیث بنے اور مولانا عزیز اللہ نے درس وتدریس کی مسند سنبھالی۔ بعد میں مہتمم بھی بنے۔ اس لئے مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈو کو اگر "ام المدارس" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مدرسہ دارالرشاد کے علماء اور طلبہ نے آزادئ وطن کے منصوبے بنائے۔ اس لئے برطانوی حکومت نے ایک مرتبہ اس مدرسہ کو باغیوں کی درسگاہ کہہ کر بند بھی کرا دیا تھا۔

سیاسی میدان میں ان کی سوچ وفکر کا معیار نہایت بلند تھا۔ اس تاریخی حقیقت کا چند لوگوں کو علم ہوگا کہ "ترک موالات" کی تحریک کی اصل تجویز دینے والے دارالرشاد کے ایک فاضل استاد تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں کہ "لوگوں کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ عدم تعاون (نان کو آپریشن) کی تحریک جو خلافت کے زمانہ میں کانگریس نے قبول کی ہے، وہ مدرسہ دارالرشاد کے ایک دیوبندی استاد مولانا نور الحق کی تجویز تھی۔"

حکیم محمد یعقوب قادری اپنی یادداشتوں میں مدرسہ دارالرشاد کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :

"مدرسہ دارالرشاد: جس وقت میں قرآن شریف پڑھتا تھا،اس وقت مدرسہ (جو حضرت سید رشداللہ شاہ کا قائم کردہ ہے) ایسے اوج اور عروج پر تھا کہ پورے ہندستان (برٹش انڈیا) میں دارالعلوم دیوبند کے علاوہ کہیں بھی ایسا دینی مدرسہ نہیں تھا۔اس مدرسہ کے صدر مدرس، مہتمم اور روح رواں حضرت علامہ مولانا عبیداللہ سندھی تھے۔اساتذہ میں سندھ اور پنجاب کے نہایت لائق اور فائق علماء کرام تھے، جن میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد صاحب، مولانا نجم الدین صاحب، مولانا حافظ محمد اکرم انصاری ہالائی، مولانا عبداللہ لغاری صاحب، حافظ امین محمد متوہ (متوطن حضرت آدم کی بنی کچھ بُھج) قابل ذکر ہیں۔مدرسہ دارالرشاد میں سندھ، کچھ، "حضرت آدم کی بنی"، بچھم، تھر، لسبیلہ، مکران (بلوچستان) اور پنجاب کے طالبِ علم پڑھتے تھے۔اس وقت سندھ میں جو بھی علماء ہیں،ان میں زیادہ حصہ بالواسطہ یا بلاواسطہ مدرسہ دارالرشاد کے ہی فیض یافتہ ہیں۔"(10)

مولانا دین محمد وفائی ادارہ "بیت الحکمت" کی اعانت کے سلسلہ میں کیے گئے سفر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے بنائے ہوئے منصوبہ کے مطابق گذشتہ مہینہ سے کراچی میں بیت الحکمت کا ادارہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، جس میں طلبہ کو شاہ ولی اللہ کی تصنیفات اور اسلامی فلسفہ سکھایا جائے گا۔اس کے متعلق خدام الحکمت کے ارکان کی طرف سے جو اپیل شائع کی گئی تھی،اس سلسلہ میں سب سے پہلے جن بزرگوں نے امداد دینے میں پہل کی، وہ راشدی خاندان کی پیر جھنڈو والی شاخ سے تعلق رکھنے والے حضرات تھے۔یہ خاندان بیت الشرف والعلم ہے، یعنی شرافت و علم کا گھرانہ۔اس خاندان کے اکابر کی روحانی نوازشیں جو امت اسلامیہ پر ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔اہلِ سندھ ان کے علمی احسانات کا بدلہ رہتی دنیا تک نہیں چکا سکیں گے۔

آج سندھ میں جتنے بھی بڑے علماء اور مدرس یا مفتی ہیں، وہ زیادہ تر مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو کے تلامذہ اور فارغ التحصیل ہیں۔اس وقت دارالرشاد میں اگرچہ پہلے والا درس وتدریس کا سلسلہ جاری نہیں ہے، تاہم اپنی عمارت، قدامت اور فیض رسانی کے لحاظ سے سب سے سربلند ہے۔مولانا عبیداللہ سندھی کے اس خاندان سے خصوصی تعلقات تھے جو آخری سانس تک برقرار واستوار رہے۔ان کی وفات کے بعد بھی یہی صاحب علم و شرف خاندان تھا جس نے مولانا کی علمی اور اصلاحی تحریک کی امداد میں سب سے پہلے قدم اٹھانے کا ارادہ کیا۔"(11)

مشہور مصنف اور سیاح الطاف شیخ لکھتے ہیں:

"پیر سائیں رشداللہ شاہ سندھ کی مشہور درسگاہ "مدرسہ دارالرشاد" کے بانی ہیں، جس مدرسہ سے ہمارے پیر فضل حق، پیر عباداللہ، مخدوم غلام محمد اور مخدوم غلام حیدر جیسے اہم لوگوں نے علم حاصل کیا۔آپ نے 1901ء میں پیر جھنڈو میں یہ مدرسہ قائم کیا۔ان کی یہ خدمت سندھ کی سرزمین پر ایک بڑا احسان ہے۔اس مدرسہ میں سندھ تو کجا بلکہ ہندستان، ایران اور وسطی ایشیا سے طلبہ آتے تھے اور مدرسہ سے تعلیم حاصل کرکے دور دراز علاقوں میں علم کی روشنی پھیلاتے تھے۔اس مدرسہ کے ابتدائی دور میں مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا عبداللہ لغاری، مولانا محمد احمدانی اور مولانا نجم الدین جہلم والے جیسے اکابرین علماء کرام تعلیم دیتے تھے۔"(12)

پیر سید رشداللہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے سید ضیاءالدین شاہ اور سید احسان اللہ شاہ میں مسند نشینی پر اختلاف ہوا۔سید ضیاءالدین شاہ نے دعویٰ کیا کہ پیر رشداللہ شاہ نے وفات سے آٹھ سال پہلے جائداد کی تقسیم کردی تھی اور گدی کا حقدار بڑے بیٹے سید ضیاءالدین شاہ کو قرار دیا تھا، جبکہ پیر احسان اللہ شاہ نے اس کی تردید کی اور دعویٰ کیا کہ گدی کے حقدار وہی ہیں۔اختلاف شدت اختیار کرتا گیا، یہاں تک کہ گورنمنٹ اور عدالتوں تک جا پہنچا۔پیر ضیاءالدین شاہ نے فرسٹ کلاس سب جج حیدرآباد کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔عدالت نے مؤرخہ 20مارچ 1923ء پیر ضیاءالدین شاہ کا دعویٰ رد کیا اور گدی کا حقدار پیر احسان اللہ شاہ کو قرار دیا۔اس لئے پیر ضیاءالدین شاہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ گاؤں نھتو کیریو تحصیل سکرنڈ میں اپنی زمینوں پر جاکر آباد ہوئے۔وہاں مدرسہ دارالرشاد بھی کسی نہ کسی صورت میں قائم رکھا۔

پیر ضیاء الدین شاہ نے سب جج کے فیصلہ کے خلاف جوڈیشنل کمشنر سندھ ہائی کورٹ کراچی میں اپیل دائر کی تھی، جس نے ماتحت عدالت کے فیصلہ کو رد کرتے ہوئے ان کی اپیل منظور کی اور انہیں گدی کا حقدار قرار دیا، لیکن اس فیصلہ کی تعمیل نہ ہو سکی۔ اس کے خلاف پیر احسان اللہ نے پریوی کاؤنسل لندن میں اپیل دائر کی۔ انہوں نے 1937ء میں پیر ضیاء الدین شاہ کے حق میں فیصلہ دیا اور پیر احسان اللہ شاہ کی اپیل رد کی، جس کے نتیجہ میں پیر ضیاء الدین شاہ سولہ برس کے بعد گوٹھ پیر جھنڈو میں واپس پہنچے اور سید احسان اللہ شاہ نے پیر جھنڈو کے قریب نیا گاؤں بنام "درگاہ شریف" آباد کیا۔

پیر ضیاء الدین شاہ کے اصرار پر مولانا عبدالقادر لغاری نے مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور مدرسہ کی دو منزلہ پکی عمارت بھی 1938ء میں بنائی گئی۔

مولانا عبیداللہ سندھی طویل جلاوطنی کے بعد مؤرخہ 7 مارچ 1939ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۵۸ھ بروز منگل واپس کراچی پہنچے۔ کچھ عرصہ کراچی میں قیام کے بعد گوٹھ پیر جھنڈو پہنچے۔ اسی سال مؤرخہ ۶-۵ ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ مطابق 17-18 دسمبر 1939ء مدرسہ دارالرشاد کا چالیسواں سالانہ جلسہ زیرِ صدارت پیر ضیاء الدین شاہ منعقد ہوا، جس میں مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبدالقادر لغاری اور مولانا محمد صادق کھڈے والے (کراچی) وغیرہ شریک ہوئے۔ مختلف عنوانات پر ان کے شاندار خطابات ہوئے۔ پیر ضیاء الدین شاہ نے افتتاحی اور استقبالیہ خطاب کیا، جس میں فرمایا: "یہ محض رب پاک کا کرم اور حضرت مرشد سائیں کی دعا اور برکت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے مدرسہ کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ فیض عام کا چشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا فیض قیامت تک جاری رکھے گا۔ ان کی دعائے مستجاب کا نتیجہ اور اثر ہے کہ مدرسہ دن بدن ترقی پذیر ہے...... میں صحیح معنیٰ میں ان کا جانشین تب بن سکتا ہوں جب ان کے بوئے ہوئے باغ (مدرسہ) کا سچا مالی بن جاؤں، پھر ساری جماعت بھی اس میں داخل ہے...... مجھ ناچیز پر اللہ تعالیٰ کا دوسرا انعام یہ ہے کہ اس نے مولانا عبیداللہ سندھی جیسا لائق و فائق آدمی مدرسہ کی خدمت کیلئے عطا کیا ہے۔ سارے ہندستان کے لوگ ان کی بیحد عزت و تکریم کرتے ہیں۔ انہوں نے پھر اس مدرسہ کی سرپرستی کرنا قبول فرمائی ہے۔ ان ہی کے شروع کیے ہوئے ادارہ کو پھر کمالیت تک پہنچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے۔ میری پیر سائیں کی جماعت سے گذارش ہے کہ (اور میں خود بھی اس جماعت کا ایک فرد ہوں) آئیں اور ہاتھوں میں ہاتھ دے کر، اپنی جان و مال کی قربانی دے کر مدرسہ عالیہ کو اوج تک پہنچائیں۔ اگر ہم سب شامل ہو کر کام شروع کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شاملِ حال ہو گی اور ہماری کشتی پار ہو گی۔"

مولانا عبیداللہ سندھی نے خصوصی خطاب کیا اور جلسہ میں مختلف قراردادیں بھی منظور کی گئیں کہ "مدرسہ دارالرشاد" کی نئی عمارت میں عربی کے اصلاحی نصاب کے ساتھ انگریزی بھی پڑھائی جائے۔ بڑی جماعتوں میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، ادب اور معقول کی تحصیلی اور تکمیلی کتب پڑھائی جائیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اور ان کے فلسفہ و حکمت کی سب کتب پڑھائی جائیں۔ قرآن کریم کی تفسیر اس حکمت کے مطابق سکھائی جائے۔ عربی مدرسہ کے ساتھ ایک نیشنل ہائی اسکول جاری کیا جائے۔ کتب خانہ کی الگ عمارت تعمیر کر کے نادر کتب محفوظ کی جائیں۔ اس کی حفاظت حکومت کے سپرد کی جائے۔ "جمنا نربدا سندھ ساگر پارٹی" کے بنیادی اصول منظور کیے گئے اور اساسی پروگرام پڑھ کر سنایا اور سمجھایا گیا۔ مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد صادق کھڈے والے اور مولانا عبدالقادر لغاری کے بھی تفصیلی خطابات ہوئے۔ مؤرخہ 19 دسمبر وزیرِ تعلیم سندھ پیر الٰہی بخش نے مدرسہ کا معائنہ کیا۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے سپاسنامہ پیش کیا اور پیر صاحب نے اس مدرسہ کی شاخیں ہر ضلع میں کھولنے کی تجویز دی اور اپنے تعاون کا یقین دلایا۔[13]

مولانا عبیداللہ سندھی کچھ عرصہ یہاں قیام کر کے پنجاب اور ہندستان کے دورے پر نکل گئے۔ جب واپس آئے تو پھر مدرسہ میں مستقل تو نہ رہ سکے، مگر ان کی کوشش تھی کہ مدرسہ کے جدید انتظام اور طلبہ کی تعلیم پر توجہ دی جائے۔ اس علمی مرکز میں بیٹھ کر طلبہ کو قرآن کریم کے سیاسی اور معاشی نظریات اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فکر و فلسفہ سے واقف کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے "بیت الحکمت" کے نام سے ادارہ قائم کر کے دہلی، لاہور، دینپور شریف (بہاولپور) مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈا اور مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں اس کی شاخیں بنائی جائیں۔ انہوں نے بیت الحکمت مدرسہ دارالرشاد میں درس قرآن دینا شروع کیا۔ اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتب "حجۃ اللہ البالغہ"، "البدور البازغۃ"، "الطاف القدس"، "سطعات" اور شاہ اسماعیل شہید کی "عبقات" کا بھی

درس دیتے تھے۔اس عرسہ میں جس اعلیٰ درجہ کے طلبہ کی ایک جماعت کو اپنی تعلیم، تدریس، تجربوں اور مشاہدوں سے مستفید کیا، ان میں مولانا بشیر احمد لدھیانوی، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، مولانا علی محمد کا کیپوٹو، مولانا عبدالحق ربانی نصرپور والے، مولانا محمد اکرم انصاری ہالائی، مولانا خلیل احمد صدر مدرس مدرسہ ہاشمیہ سجاول، مولانا محمد نور مرشد مکی، مولانا عزیزاللہ جروار، مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی، مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا عبدالقادر لغاری، مولانا محمد مدنی، مولانا نور محمد سجاولی اور قاضی عزیزاللہ وغیرہ شامل ہیں۔[14]

1944ء کی ابتدا میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی مولانا عبیداللہ سندھی سے ملاقات کیلئے پیر جھنڈو تشریف لائے۔[15]

مولانا عبیداللہ سندھی نے سندھ، پنجاب، گجرات اور کولمبو وغیرہ کا تبلیغی سفر بھی کیا، جس کی وجہ سے کافی کمزور ہو چکے تھے۔آپ نے 1944ء میں پکا قلعہ حیدرآباد میں جمعیت علماء اسلام کا جلسہ قاری محمد طیب مہتمم مدرسہ دیوبند کی صدارت میں منعقد کرایا۔ جلسہ کے اختتام پر فرمایا کہ بڑوں کی متابعت کیلئے مہتم صاحب کو گوٹھ پیر جھنڈو لے چلیں، کیونکہ ان کے والد مولانا محمد احمد مہتمم مدرسہ دیوبند، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا اشرف علی تھانوی بھی پیر جھنڈو تشریف لائے تھے۔ چنانچہ قاری محمد طیب صاحب کو پیر جھنڈو لایا گیا۔ان کے ساتھ مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد صادق کھڈے والے اور مولانا عبدالقادر لغاری بھی پہنچے۔[16]

قاری محمد طیب نے مدرسہ دارالرشاد کے معائنہ کے بعد اپنے تاثرات میں لکھا کہ "کل ۲۳ ربیع الثانی ٦٣ھ کو احقر بمعیۃ حضرت الاستاذ مولانا عبیداللہ صاحب مد فیوضہم گوٹھ پیر صاحب جھنڈے والا میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ دارالرشاد کے معائنہ کی برکت نصیب ہوئی۔اس علاقہ میں یہ مدرسہ اپنے مقاصدِ حسنہ کی حیثیت سے ایک روشن چراغ ہے، جس سے رہرواں راہِ ہدایت کو روشنی مل رہی ہے اور ملتی رہے گی۔ میں جہاں تک انداز کر سکا ہوں اس مدرسہ کی اساس تین خصوصیات پر ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب کی فکری خصوصیات، بزرگانِ دیوبند کی علمی خصوصیات اور بزرگانِ گوٹھ کی عرفانی خصوصیات و برکات۔اس فکر و علم و عرفان نے اس مدرسہ کو ایک ممتاز مدرسہ بنادیا ہے۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت مولانا سندھی کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے، جن کی ذات سے ان خصوصیات کے بقاء و ترقی اور نشر و اشاعت کی توقع ہو سکتی ہے۔"[17]

مولانا عبیداللہ سندھی نے گوٹھ پیر جھنڈو سے متصل قومی شاہراہ پر زمین کا ایک قطعہ پیر رشداللہ شاہ سے لیا تھا اور وہاں ایک کنواں بھی بنوایا تھا۔ان کا ارادہ تھا کہ مدرسہ کو گاؤں سے باہر منتقل کیا جائے، لیکن کابل کی طرف ہجرت کی وجہ سے یہ سارے منصوبے ادھورے رہ گئے۔

مولانا عبیداللہ سندھی کی طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ان کے نواسے مولوی ظہیر الحق اور دوسرے اعزہ دینپور شریف سے پیر جھنڈو پہنچے۔ مولوی ظہیر الحق نے کہا کہ والدہ کا خیال ہے کہ والد صاحب دینپور آئیں، تاکہ ان کی زیارت کر سکوں۔ مولانا صاحب نے پیر ضیاء الدین شاہ سے دینپور جانے کی اجازت مانگی۔ پیر صاحب نے کہا کہ دونوں گھر آپ کے ہیں، جہاں آپ چاہیں رہ سکتے ہیں۔ مولانا صاحب دینپور روانہ ہوئے، جہاں 22 اگست 1944ء کو وفات پا گئے۔

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

مولانا عبیداللہ سندھی کی وفات کے بعد پیر ضیاء الدین شاہ نے مدرسہ دارالرشاد جاری رکھا، مگر اس سابقہ حالت میں نہ رہ سکا۔ پیر ضیاء الدین شاہ نے اپنے بڑے بیٹے پیر وہب اللہ شاہ کو کہا کہ ہم نے مولوی عبدالقادر صاحب کو بڑھاپے کی وجہ سے مدرسہ سے جانے کی اجازت دی تھی اور امید یہ تھی کہ نوجوان علماء اچھا کام کریں گے، لیکن اس طرح نہیں ہو سکا۔ مولوی عبدالقادر تو چیز ہی اور تھے۔اس لئے اگر مولویوں کے انتظامی مسائل سے تنگ ہو جائیں تو پیر سائیں بیعت دھنی (رشید الدین شاہ) کی طرح مولوی کے بجائے صرف حفاظ کا تقرر کر دینا، تاکہ مسجد شریف میں قرآن مجید پڑھتے اور پڑھاتے رہیں، جب تک کہ

حالات معمول پر آجائیں۔

پیر ضیاءالدین شاہ نے ۱۴رجب ۱۳۷۶ھ مطابق 15 فروری 1957ء بروز جمعہ وفات پائی۔ حسبِ دستور ان کے بڑے بیٹے پیر وہب اللہ شاہ ان کے جانشین مقرر ہوئے۔[18]

پھر پیر وہب اللہ شاہ نے مدرسہ بند کر کے اس کی دو منزلہ عمارت ہائی اسکول کیلئے دے دی اور بالآخر آبائی کتب خانہ جو ان کے والد پیر ضیاءالدین شاہ کے حصہ میں آیا تھا، وہ بھی نیشنل میوزیم کراچی کو فروخت کر دیا۔

دوسری طرف پیر ضیاءالدین شاہ کے گوٹھ پیر جھنڈو سے جانے کے بعد پیر احسان اللہ شاہ نے بفضلِ خدا جس طرح مشترکہ کتب خانہ کی بطریقِ احسن نگہداشت کی اور نادر و نایاب کتب حاصل کر کے اس میں خوب اضافہ کیا، اس طرح "مدرسہ دارالرشاد" بھی ان کے زیرِ اہتمام باقاعدگی سے چلتا رہا اور تعلیم کا سلسلہ بغیر کسی انقطاع کے جاری رہا۔ انہوں نے مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں خصوصی دلچسپی لے کر طلبہ واساتذہ کو ہر قسم کی سہولیات پہنچائیں۔ ان کے دور میں ملک کے کونے کونے سے طلبہ آکر کتاب وسنت کی پاکیزہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ خود جاکر طلبہ کا امتحان لیتے تھے۔ ہر جمعرات کو طلبہ کے تقریری مقابلے ہوتے تھے۔ کامیاب طلبہ میں انعامات تقسیم کرتے تھے۔ ہفتہ میں ایک دن بیت بازی کا مقابلہ بھی ہوتا تھا۔ مدرسہ کے سالانہ جلسے بھی منعقد ہوتے تھے۔ 1927ء کے سالانہ جلسہ کا احوال روزنامہ الوحید کراچی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"مؤرخہ 25 دسمبر 1927ء مدرسہ کا سالانہ جلسہ پیر احسان اللہ شاہ کی زیرِ سرپرستی منعقد ہوا، جس سے دو دن پہلے پیر احسان اللہ شاہ کے معتقدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوگئے۔ 23 دسمبر 1927ء سے ہی ریلوے اسٹیشن سرہاڑی اور لنڈو پر اونٹوں کا انتظام تھا۔ سینکڑوں لوگوں کو اونٹوں پر سوار کر کے پیر جھنڈو پہنچایا گیا۔ تین ہزار کے قریب مہمان جلسہ میں شریک ہوئے۔ ان سب کے کھانے کا نہایت اعلیٰ انتظام پیر صاحب کی طرف سے کیا گیا تھا۔ باہر سے تشریف لانے والے مہمانوں میں مخدوم مولوی غلام حیدر صدیقی صاحب ہالا، مولانا محمد شفیع صاحب وائیس پرنسپال اورینٹل کالج لاہور، مولانا نجم الدین صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولانا نورالحق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولوی محمد عبدالحکیم صاحب فاضل دیوبند، مولوی غلام محمد ٹنڈو محمد خان، مولوی محمد حسن بلوچ صاحب اور مولوی غلام علی گوپانگ وغیرہ شامل تھے۔ استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے حکیم مولوی محمد معاذ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ گوٹھ پیر جھنڈو کی علمی روایات کی وجہ سے شہرت پر روشنی ڈالی گئی۔ سندھ کے حالات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کرنے کے نقصانات، قرآن کی تعلیمات عالیہ سے روگردانی کی وجہ سے مسلمانوں کی حالتِ زار پر روشنی ڈالی گئی۔ اس کے بعد مخدوم غلام حیدر صدیقی کو جلسہ کا صدر منتخب کیا گیا۔ مخدوم صاحب کا خطبہ صدارت جو علمی معلومات کا ذخیرہ تھا، وہ ان کے ارشاد کے مطابق مولوی محمد اسماعیل مہتمم مدرسہ دارالرشاد نے پڑھ کر سنایا۔ باہر سے تشریف لانے والے معزز علماء کرام کے مختلف عنوانات پر خطابات ہوئے۔ نیز مختلف قراردادیں منظور کی گئیں۔ اس کے بعد مدرسہ کے نئے اور پرانے طلبہ کی تنظیم بھی بنائی گئی۔[19]

1937ء میں پریوی کونسل لندن کے فیصلہ کی وجہ سے سید احسان اللہ شاہ نے گوٹھ پیر جھنڈو چھوڑ کر اس کے متصل نئے آباد کردہ گاؤں "درگاہ شریف" میں مدرسہ دارالرشاد جاری رکھا۔ انہیں مدرسہ دارالرشار اور کتب خانہ سے بیحد محبت اور گہرا قلبی لگاؤ تھا۔ نئے گاؤں میں عالیشان مسجد تعمیر کرائی لیکن حیاتی نے وفا نہیں کی اور آپ نے 45 برس کی عمر میں مؤرخہ ۱۵ شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق 13 اکتوبر 1938ء داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.
اس پورے عرصے میں آپ اپنوں کی عنایات سے سکون کی زندگی نہ گذار سکے۔ جس کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید محب اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ دارالرشاد کو اسی آب وتاب کے ساتھ قائم رکھا۔ اس وقت کے اساتذہ میں مولانا غلام قادر میمن ٹھیڑھی والے، مولوی ہدایت اللہ میمن نوشہرہ فیروز والے، مولانا شفیع محمد منگیو سکرنڈ والے، مولانا ولی محمد کیریو ماتلی والے وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ سید محب اللہ شاہ خود بھی مدرسہ میں مشکل کتابوں کی

تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ ملک کے ہر حصہ سے سائلین کے علمی سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ 1961ء میں مدرسہ دارالرشاد کے ساتھ اورینٹل کالج بھی قائم کیااور پہلے پرنسپال بھی خود بنے۔ آٹھ سال کے بعداورینٹل کالج بعض ناگزیر وجوہات کی بناءپر بند ہو گیا، لیکن مدرسہ مسلسل جاری رہا۔ مدرسہ کے سینکڑوں فارغ التحصیل علماءنے ملک کے مختلف حصوں میں تعلیم وتدریس کے سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ آپ کے تلامذہ میں چھوٹے بھائی سید بدیع الدین شاہ، مولانامحمدابراہیم اعوان، شیخ حمدی عبدالمجید السلفی عراق محقق "المعجم الکبیر للطبرانی"، شیخ ابوایوب ممدوح بن فتحی نورالبر قوی، شیخ یعقوب بن موسیٰ ہوساوی مکۃالمکرمہ، حافظ زبیر بن مجدد علی زئی حضرو والے، مولاناحافظ مطیع الرحمٰن سیالکوٹ، مولاناپروفیسر مولابخش محمدی تھرپارکر، مولاناعبداللہ ولد مولانانصیرالدین نہڑیو تھرپارکر، مولاناگل محمد لوہار سکرنڈ، مولانادوست محمد کھمیر نوابشاہ، مولاناعبدالرحیم کھمیر، مولانامحمد حسین ظاہری اوکاڑہ، مولاناشمس الدین جلالانی شہدادپور، مولاناغلام محمدابڑوخیرپورمیرس، مولاناسید محمد قاسم شاہ راشدی، سید محمد راشد شاہ راشدی، مولوی عبدالغنی تنیولاڑکانہ وغیرہ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔[20]

اس وقت ان کے صاحبزادہ سید محمد قاسم شاہ راشدی "مدرسہ دارالرشاد" درگاہ شریف پیر جھنڈو اور "مکتبہ عالیہ علمیہ" کے منتظم ہیں۔ ان کے صاحبزادے سیداحسان اللہ شاہ راشدی اور سید انور شاہ راشدی ان کے معاون ہیں۔

سیداحسان اللہ شاہ راشدی کے دوسرے صاحبزادے سید بدیع الدین شاہ راشدی زمانۂ طالب علمی سے کئی طلبہ کو صرف، نحواور حدیث کی کتابیں مثلاً شمائل ترمذی وغیرہ پڑھاتے تھے۔ 1955ء میں نیوسعید آباد شہر سے متصل نیاگاؤں "آزاد پیر جھنڈو" آباد کیااور وہاں پر "مدرسہ محمدیہ" کے نام سے علمی درسگاہ قائم کرکے درس وتدریس کا کام جاری رکھا۔ خود فرماتے ہیں:

''وکذا کنت ادرس فی المدرسۃ المحمدیۃ التی اسستھا فی قریتی فدرست الفنون بحسب المنھج ولکن غالب اوقاتی لتدریس الحدیث وعلوم من المصطلح وغیرہ۔''[21] میں نے مدرسہ محمدیہ میں نصاب کے مطابق فنون کی کتب پڑھائیں مگر میں زیادہ طور پر حدیث اور اصول حدیث کی کتب پڑھاتا تھا۔

مدرسہ کے منتہی طلبہ کو صحیح بخاری شریف بھی پڑھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فن تدریس میں مہارت تامہ عطا کی تھی۔ جامع اور مختصر الفاظ میں مقصد بیان کرناتو ان ہی کی خصوصیت تھی۔ ان کی معلمانہ شفقت، شخصی وجاہت، علمی رعب، تبحر علمی، استحضار اور خلوص سالوں گذرنے کے بعد دلوں پر نقش کالحجر رہتا تھا۔ معقولات ومنقولات کے امام مانے جاتے تھے۔ ہر فن پر انہیں عبور حاصل تھا، اس لئے جو بھی طالبِ علم ان کے پاس کوئی بھی کتاب پڑھنا چاہتا تھاتو بغیر کسی پیشگی مطالعہ کے بروقت پڑھاتے تھے۔ اچھے اور کامیاب طبیب لبیب بھی تھے۔ کوئی طالبِ علم طب کی کتب پڑھنا چاہتا تھاتو انہیں کلیات اور جزئیات سے بخوبی آگاہ کیا کرتے تھے۔

مدرسہ کے مشہور اساتذہ میں مولانااللہ بخش تنیو صاحب لاڑکانہ، مولاناعبداللہ کھوکھر رتوڈیرو والے، مولاناکرم الدین سلفی صاحب، مولانامحمد قاسم خاصخیلی صاحب، مولانامحمد بن عبداللہ ظاہری صاحب وغیرہ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ چونکہ شاہ صاحب 1975ء میں مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کرچکے تھے اور روزانہ حرم شریف مکہ مکرمہ میں تفسیر ابن کثیر اور صحیح بخاری پڑھاتے تھے۔ سعودی عرب کی مجلس القضاء الاعلیٰ کے اس وقت کے رئیس اور نامور عالمِ دین شیخ عبداللہ بن حمید کی درخواست پر پہلے "دارالحدیث الخیریۃ" مکہ مکرمہ میں ایک سال، پھر "معہد الحرم المکی" میں دوسال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسی اثناء میں دنیا کے ہر حصہ سے ہزاروں تلامذہ نے ان سے علمی استفادہ کیا۔ خصوصًا عرب ممالک سے بیشار طالبِ علم آکر ان کے درس میں شریک ہوتے تھے اور ان سے حدیث کی سند حاصل کرتے تھے۔ اس لئے انہیں شیخ العرب والعجم کے لقب سے یاد کیاجاتاہے۔ 1978ء میں اہلِ وطن کے شدید اصرار پر وطن واپس لوٹے تو تبلیغی اور تصنیفی مصروفیات کے باوجود جو بھی طالبِ علم آتا تھاتو اسے پڑھاتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے، جن میں سے چند کے اسماء گرامی اس طرح ہیں:

شیخ مقبل بن ھادی الوادعی صنعاء یمن، شیخ عمر بن محمد بن عبداللہ السبیل سابق امام الحرم المکی، شیخ حسن حیدر الیمانی الصنعانی (سنن ترمذی کے حافظ)، شیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ السندی، شیخ حمدی عبدالمجید السلفی عراقی، شیخ علی عامر الیمنی سابق مدیر دار الحدیث الخیریۃ مکۃ المکرمۃ، شیخ عاصم بن عبداللہ القریوتی سابق استاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، ڈاکٹر بشار عواد معروف بغداد، ڈاکٹر محمد بن بشار عواد بغداد، ڈاکٹر محمد احمد اسماعیل الاسکندریۃ مصر، شیخ محمد موسیٰ نصر الاردنی بحرین، شیخ ابو سعید الیر بوزی الترکی، شیخ عمر احمد سیف یمن، شیخ ربیع بن ہادی المدخلی مکۃ المکرمۃ، شیخ سعیدی بن مہدی الہاشمی البغدادی، شیخ حسن الغماری السعودی، شیخ اسلم بن محمد الاردنی، شیخ سیف الرحمان بن مصطفیٰ المکی، شیخ نور اللہ بن شہباز الہندی، شیخ حافظ فتح محمد فتحی جہلمی، ڈاکٹر عبدالرحمان بن عبدالجبار الفریوائی الھندی، شیخ ابو عبدالرحمان محمد بن ناصر العجمی کویت، شیخ عبداللہ السبت کویت، شیخ جیلانی بن خضر العروسی المدینۃ المنورۃ، شیخ مساعد بن سلیمان الراشد الحمید مدینہ منورہ، ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس الہندی مکۃ المکرمۃ، شیخ ابی الحارث علی بن حسن بن علی بن عبدالحمید الحلبی الاثری اردن، ڈاکٹر عبدالمحسن حمد العباد سابق وائیس چانسلر مدینہ یونیورسٹی، شیخ عایض الصلاح الکویت، شیخ جاسم بن سلیمان الفھید الدوسری الکویت، شیخ جاسم عبداللہ الدبوس الکویت، شیخ ابوایوب البرقوی الکویت، شیخ جاسم العون الکویت، شیخ محمد موسیٰ الافریقی، شیخ صلاح الدین مقبول احمد الہندی کویت، شیخ حکمت الحریری، شیخ یعقوب بن موسیٰ الھوساوی، شیخ ارشاد الحق الاثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد، شیخ عبدالقہار برق التوحیدی، شیخ عبدالرب بن فیض اللہ الباکستانی مکۃ المکرمۃ، شیخ غلام اللہ رحمتی افغانی، شیخ حبیب اللہ سلفی افغانی، شیخ غازی عزیر (حفید علامہ عبدالرحمان مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی)، شیخ ابو عمر عبدالعزیز النورستانی پشاور، شیخ عبدالغفار اعوان لاہور، شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کراچی، شیخ حافظ زبیر علی زئی حضرو اٹک، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر سرگودھا یونیورسٹی، شیخ افتخار احمد ازہری میرپور خاص، شیخ محمد خان محمدی لغاری بدین، سید محمد شاہ راشدی، سید نور اللہ شاہ راشدی، سید شیخ محمد قاسم شاہ راشدی، شیخ عبداللہ بن محمد الحربی شیخ القراء، ڈاکٹر اکرم حسین علی السندی، شیخ عبدالرزاق ابراہیمی بدین، پروفیسر عبدالغفار جونیجو اور مولانا کرم الدین سلفی وغیرہ۔[22]

شاہ صاحب تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور تصانیف کے لحاظ سے تادم آخر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بالآسر مؤرخہ 8 جنوری 1996ء مطابق ۱۶ شعبان ۱۴۱۶ھ آپ نے اس فانی دنیا کو الوداع کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ.

آپ کے بڑے صاحبزادے مرحوم سید محمد شاہ راشدی مدرسہ محمدیہ اور مکتبہ راشدیہ کی نگرانی کرتے رہے لیکن دو سال بعد وہ بھی اپنے مالکِ حقیقی کو پیارے ہوگئے۔ اس وقت سید محمد شاہ کے فرزند سید ابو حمید شاہ، سید نصرت اللہ شاہ راشدی اور شاہ سعود شاہ راشدی مکتبہ راشدیہ اور "مدرسہ محمدیہ" کی سرپرستی اور نگرانی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو تاقیامت قائم رکھے، آمین۔

فہرست المراجع والمصادر

- بخاری، سید صالح محمد شاہ ڈاکٹر "کلام رشد اللہ" مونو گراف ایم. اے، سندھ یونیورسٹی جامشورو حیدر آباد، سندھی ادبی بورڈ 1994ء
- راشدی سید بدیع الدین شاہ "احوالِ حیاتی" قلمی مکتبہ راشدیہ آزاد پیر جھنڈو
- راشدی حسام الدین پیر "ڳالھیون ڳوٺ وڻن جون" کراچی انجمن تاریخ سندھ 1981ء
- سندھی عبید اللہ مولانا "التمهيد لتعريف ائمة التجديد" حیدر آباد، سندھی ادبی بورڈ 1976ء
- شیخ الطاف "بمبئي منهنجي نظر ۾" حیدر آباد، روشنی پبلیکیشن 2011ء
- لغاری عبد القادر مولانا (i) (سندھی ترجمہ) شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" مولانا عبید اللہ سندھی حیدر آباد سندھ پرنٹنگ پریس (ii) مدرسہ دار الرشاد کے چالیسویں سالانہ جلسہ کی مختصر رپورٹ" پیر جھنڈو مدرسہ دار الرشاد 1939ء
- مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈو "تاثرات رجسٹر
- ندوی ابوالحسن علی سید "پرانے چراع" کراچی مجلس نشریاتِ اسلام
- نظامانی فتح رسول قاضی "الاجازات السنية وتقارير القرآنية" (قلمی) قاسمیہ لائبریری کنڈیارو
- سہ ماہی "الرحیم" حیدر آباد 2-1965ء
- ماہنامہ "توحید" کراچی دسمبر 1948ء
- ماہنامہ "نئی زندگی" کراچی، فروری 1958ء
- روزنامہ "الوحید" کراچی 30 دسمبر 1927ء
- ماہنامہ "الولی" حیدر آباد اپریل- مئی 1976ء

راجع وحواشی

(1) "ڳالھیون ڳوٺ وڻن جون" ص306

(2) مولانا عبد القادر لغاری مضمون "مدرسہ عالیہ دار الرشاد پیر جھنڈو" سہ ماہی الرحیم شمارہ 20

(3) مولانا عبد اللہ لغاری "مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگذشت کابل" ص9

(4) سید ابوالحسن علی ندوی "پرانے چراغ" ص1/186

(5) قاضی فتح الرسول نظامانی "الاجازات السنية وتقارير القرآنية" قلمی ص 1-3

(6) (i) مولانا عبد القادر لغاری مضمون "الرحیم" شمارہ 2-1965 (ii) مولانا عبد القادر لغاری خود نوشت سوانح حیات در کتاب "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" ص22

(7) (i) مولانا عبد القادر لغاری مضمون "الرحیم" (ii) مولانا عبد الوہاب چاچڑ ماہنامہ شریعت سکھر "سوانح حیات نمبر" متعلقہ صفحات (iii) ڈاکٹر مظہر الدین سومرو "تحریکِ آزادی میں علماء سندھ کا حصہ" متعلقہ صفحات (iv) ڈاکٹر سید صالح محمد شاہ بخاری "کلام رشد اللہ"

(8) ڈاکٹر سید صالح محمد شاہ بخاری "کلام رشد اللہ" ص 23-24

(9) ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مضمون "مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈو" "الولی" حیدر آباد اپریل- مئی 1976ء

(10) حکیم محمد یعقوب قادری "میری یادداشتیں" ماہنامہ نئی زندگی فروری 1958ء
(11) مولانا دین محمد وفائی ماہنامہ "توحید" کراچی دسمبر 1948ء ص 27-28
(12) الطاف شیخ "بمبئي منهنجي پاڪر ۾" ص 10-22
(13) مولانا عبدالقادر لغاری "مدرسہ دارالرشاد کے چالیسویں سالانہ جلسہ کی مختصر رپورٹ" ص 1-12
(14) مولانا عبدالقادر لغاری خودنوشت سوانح حیات ص 22
(15) سید ابوالحسن علی ندوی "پرانے چراغ" ص 1/147
(16) مولانا عبدالقادر لغاری خودنوشت سوانح حیات ص 22
(17) تاثرات رجسٹر مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو
(18) مولانا عبدالقادر لغاری خودنوشت سوانح حیات ص 22
(19) روزنامہ الوحید کراچی 30 دسمبر 1927ء